163057 ـ اپنی طلاق شدہ بیوی کو اس شرط پر واپس لانا کہ وہ اپنے حق وطئ اور مبیت سے دستبردار ہو جائے

سوال

میرے اور میری بیوی کے مابین بہت بڑی مشکل اور اختلاف پیدا ہوا جو بالآخر طلاق پر منتج ہوا یہ پہلی طلاق تھی ہماری ایك برس اور چار ماہ كی بیٹی بھی ہے، اس وقت بیوی حاملہ ہے معاملہ بیوی سے نفرت تك جا پہنچا ہے اس لیے اب بیوی سے رجوع كرنا بہت مشكل محسوس ہوتا ہے.
لیكن مجھے اپنی اولاد كے مستقبل كا خطرہ لگا رہتا ہے تو كیا میرے لیے یہ جائز ہے كہ میں اپنی بیوی كو یہ پیشكش كروں كہ ایك شرط پر میں رجوع كرونگا كہ تمہیں نان و نفقہ كے علاوہ كچھ نہیں دونگا، تا كہ ہم اپنی اولاد كی تربیت كر سكیں، اور یہ بھی ممكن ہے كہ میں اور دوسری شادی كر لوں.
اگر وہ اس پر متفق ہو جائے تو كیا اس اتفاق پر بیوی سے رجوع كرنے كے لیے دو گواہ بنانا ضروری ہونگے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

خاوند كو حق حاصل ہے كہ وہ اپنی بیوی سے اس شرط پر صلح كر لے كہ بیوی اپنی باری اور حق مبیت یا پھر نان و نفقہ یا كوئی دوسرا حق چھوڑ كر اس سے دستبردار ہو جائے، یعنی اسے خاوند اپنے نكاح میں ہی ركھے اور اسے طلاق مت دے.

كیونكہ اللہ سبحانہ و تعالی كا فرمان ہے:

اور اگر كسی عورت كو اپنے خاوند كی بددماغی اور بے پرواہی كا خوف ہو تو دونوں آپس میں جو صلح كر لیں اس میں كسی پر كوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے، طمع و لالچ ہر ہر نفس میں شامل كر دی گئی ہے، اگر تم اچھا سلوك كرو اور پرہیزگاری كرو تو تم جو كچھ كر رہے ہو اس پر اللہ تعالی پوری طرح خبردار ہے النساء (128).

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان كرتے ہیں كہ:

ام المؤمنین سودہ رضی اللہ تعالی عنہما كو خدشہ ہوا كہ رسول كریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے، تو انہوں نے عرض كیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ طلاق مت دیں اور اپنے نکاح میں ہی رکھیں، اور میری باری کا دن آپ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دے دیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا.

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے .

اس لیے جس پر دونوں خاوند اور بیوی صلح کریں وہ جائز ہے "

سنن ترمذی حدیث نمبر (3040) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے:

امام بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح کی حالت کے بارہ میں ہی نازل ہوئی ہے:

ان کا بیان ہے:

اور اگر عورت کو اپنے خاوند کی بددماغی اور بےپرواہی کا خوف ہو .

یہ وہ عورت ہے جو اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور اسے چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہے تو یہ عورت اسے کہے: تم مجھے رکھو اور طلاق مت دو، اور میرے علاوہ کسی اور عورت سے بھی شادی کر لو، تم نہ تو مجھے نان و نفقہ دو اور نہ ہی میری باری تقسیم کرو.

تو اللہ تعالی کا یہی فرمان ہے:

ان دونوں پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اور صلح کرنا بہتر ہے .

صحیح بخاری حدیث نمبر (4910) صحیح مسلم حدیث نمبر (3021).

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جب عورت کو اپنے خاوند سے خدشہ ہو کہ وہ اس سے بھاگ رہا ہے یا پھر اسے طلاق دےگا تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سارا یا کچھ حق ختم کر دے یعنی نان و نفقہ یا لباس یا مبیت وغیرہ حقوق میں سے کسی حق سے دستبردار ہو جائے، اور خاوند کو اسے قبول کرتے ہوئے اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہیے، اس میں عورت پر

کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنا حق خاوند کو دے دے، اور نہ ہی خاوند پر کوئی اسے قبول کرنے میں کوئی گناہ ہوگا.

اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں .

اور اس کے بعد پھر اللہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا:

اور صلح بہت بہتر چیز ہے .

یعنی علیحدگی اور طلاق سے صلح بہتر ہے " انتہی

دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (2 / 426).

یہ صلح زوجیت کی حالت میں ہونی چاہیے، رہا یہ مسئلہ کہ بیوی کو طلاق دے کر بعد میں اس سے اس شرط پر رجوع کرنا کہ اگر دوسری شادی کر لی تو تم اپنا حق مبیت چھوڑ دو گی.

مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام کے ہاں اس طرح رجوع کرنا صحیح نہیں ہوگا کہ اسے شرط پر معلق کر کے رجوع کیا جائے.

لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر شرط پیش کرنے میں خاوند کو کوئی صحیح غرض اور مقصد ہو تو پھر مشروط رجوع کرنا صحیح ہوگا.

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تبیین الحقائق (4 / 132) اور حاشیۃ الدسوقی (2 / 420) اور مغنی المحتاج (5 / 5) اور المغنی ابن قدامۃ (7 / 405) اور الموسوعۃ الفقھیۃ (22 / 108) اور الشرح الممتع (13 / 190).

اس بنا پر احتیاط یہی ہے کہ آپ بغیر کسی شرط پر بیوی سے رجوع کریں، اور پھر بعد میں اسے طلاق یا اپنے حق مبیت اور وطئ کی دستبرداری میں اختیار دے دیں.

دوم:

جمہور علماء کرام کے ہاں رجوع کرنے میں گواہ بنانا مستحب ہے واجب نہیں.

مزید آپ الموسوعۃ الفقھیۃ (22 / 113) کا مطالعہ کریں.

اس مسئلہ میں نظریہ کے اعتبار سے مندرجہ بالا فیصلہ ہے لیکن عملی طور پر ہم آپ سے یہی کہیں گے کہ آپ

دونوں صلح کرنے کی کوشش کریں، اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ اکٹھے رہیں اور حتی الامکان ایك دوسرے سے درگزر کرنے کی کوشش کریں، تا کہ بغیر اختلافات و مشکلات کے ایك نئی زندگی شروع کر سکیں.

پھر اگر عورت چھوٹی عمر کی ہو تو اس کے لیے مبیت اور وطئ کے حق سے دستبردار ہونے کی شرط رکھنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اسے تو عفت و عصمت درکار ہے اور اس کے لیے اس کا حق مبیت اور وطئ ضروری ادا کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایسا جوش والا معاملہ ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا.

ایك نوجوان عورت کے لیے اس طرح کی شرط بہت مشکل ہوگی، اور ہو سکتا ہے اس کا انجام بھی اچھا نہ ہو، اور اس کا سبب بھی خود خاوند بن جائے.

اس لیے ہماری تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ اس سلسلہ میں اپنی بیوی کے سے بڑے تحمل مزاج کے ساتھ بات چیت کریں، اور اختلافات کو بھلا کر ختم کریں تا کہ آپ کے مابین محبت و مودت اور الفت قائم ہو اور آپ کی ازدواجی زندگی بہتر طریقہ سے بسر ہو سکے.

اللہ سبحانہ و تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے.

واللہ اعلم .